قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 15 ستمبر 2020ء | 27 محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 218

ارشاد باری تعالیٰ

بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

(سورۃ آل عمران:77)

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جس نے بھی اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا اللہ متقیوں سے محبت کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

ایفائے عہد

’’آج کل کے معاشرے میں ایک یہ بھی بیماری عام ہے کہ بات کرو تو مکر جاؤ، وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لو، جب کوئی عہد کرو تو اس کو توڑنے کے بہانے تلاش کرو کیونکہ دوسری طرف بہتر مفاد نظر آ رہا ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں انفرادی طور پر بھی اور جہاں پانچ دس افراد اکٹھے مل کر کام کر رہے ہوں، کوئی مشترکہ کاروبار ہو وہاں بھی۔ اور بدقسمتی سے ملک سے بھی جب معاہدے کرتے ہیں تو بدعہدی اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب کسی امیر ملک اور غریب ملک میں کوئی معاہدہ ہو تو بعض دفعہ اپنے مفاد منوانے کی خاطر دباؤ ڈالتے ہیں اور اگر دباؤ میں آنے سے کوئی انکاری ہو تو پھر معاہدوں میں بدعہدیاں شروع ہو جاتی ہیں تو بہرحال یہ ایک ایسی برائی ہے جو شخصی معاہدوں سے لے کر بین الاقوامی معاہدوں تک حاوی ہے، سب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم میری محبت چاہتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی رہوں، یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعاؤں کو سنوں تو تقویٰ اختیار کرو، مجھ سے ڈرو، میری تعلیم پر عمل کرو۔ اور تعلیم میں سے بھی ایک بہت اہم تعلیم اپنے عہد کو پورا کرنا ہے، اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہے۔ تو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں، مختلف حالات میں عہد کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتا ہے کہ نیکیاں قائم کرنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کرو اور ان کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو بھی پورا کرو اور بندوں سے کئے گئے معاہدوں اور وعدوں پر بھی عملدرآمد کرو۔‘‘

(خطبہ جمعہ 27 فروری 2004ء)

اس شمارہ میں

- دربار خلافت
- ظہور خیر الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم (منظوم)
- ’’سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے‘‘
- فوٹو گرافی کا شوق جو باعثِ سعادت بن گیا

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں جب گفتگو کرتا ہے تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

(بخاری کتاب الشہادات باب من امر بانجاز الوعد وفعله الحسن)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس سے بیہودہ تحقیر آمیز مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کرسکو۔

(الادب المفرد لامام بخاری۔ الجامع الصغیر لسیوطی حرف ’لا‘)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

منافق کی علامات

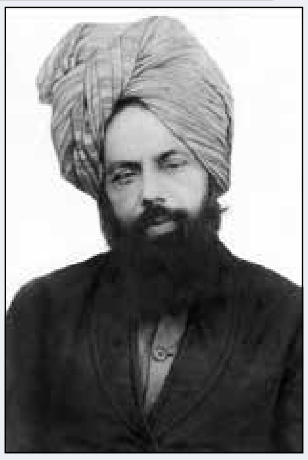

یاد رکھو کہ منافق وہی نہیں ہے جو ایفائے عہد نہیں کرتا، زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کفر ہے بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دورنگی ہے اگرچہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو۔ صحابہ کرام کو دیکھو کہ صحابہ کرام کو اس دورنگی کا بہت خطرہ رہتا تھا، ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ رو رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو کہا کہ اس لئے روتا ہوں کہ مجھ میں نفاق کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہوں تو اس وقت دل نرم اور اس کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جب ان سے جدا ہوتا ہوں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے پھر دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کل ماجرا بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم منافق نہیں ہو، انسان کے دل میں قبض اور بسط ہوتی رہتی ہے یعنی تنگی بھی آتی ہے مختلف حالتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جو حالت تمہاری میرے پاس ہوتی ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ تو اب دیکھو صحابہ کرام اس نفاق اور دورنگی سے کس طرح ڈرتے تھے۔ جب انسان جرأت اور دلیری سے زبان کھولتا ہے تو وہ بھی منافق ہوتا ہے۔ دین کی ہتک ہوتی سنے اور وہاں کی مجلس نہ چھوڑے یا ان کو جواب نہ دے تب بھی منافق ہوتا ہے۔ اگر مومن میں غیرت اور استقامت نہ ہو تب بھی منافق ہوتا ہے، جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا اور یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی، ہمیشہ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس سے بچاوے جو انسان داخل سلسلہ ہو کر پھر بھی دورنگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس سلسلے سے دور رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے منافقوں کی جگہ اسفل السافلین رکھی ہے کیونکہ ان میں دورنگی ہوتی ہے اور کافروں میں یک رنگی ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۵۵، ۴۵۶ البدر ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء)

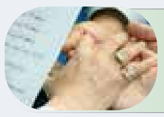

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات پیش کروں گا جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا حقیقت ہے؟ اس کا مرتبہ کیا ہے؟ اس کے سب طاقتوں کے مالک اور واحد و یگانہ ہونے کا مقام بیان فرمایا ہے نیز یہ بھی کہ وہی ہے جو تمام مخلوق کا خالق ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے اور اس کو فنا نہیں۔ آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اس کائنات کے خدا تک پہنچنے کا ذریعہ اب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جس کا حسن و احسان میں کوئی ثانی نہیں۔ آپ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھنے کے لئے اس کی طرف خالص ہو کر جھکنا ضروری ہے۔ اس کے آگے خالص ہو کر جھکنا ضروری ہے۔ اس کی عبادت بجالانا ضروری ہے۔ پھر جب انسان کی یہ حالت ہوتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ دوڑ کر انسان کو گلے لگاتا ہے اور اس پر اپنے فضلوں کی بارش برساتا ہے۔ پس آپ نے بڑے درد سے فرمایا کہ ایسے خدا سے تعلق جوڑو تا کہ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بن سکو۔

اللہ تعالیٰ کی کیا حقیقت ہے، وہ خدا جو تمام کائناتوں کا مالک ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس بارے میں ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

’’خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔ (یعنی ہر قسم کا نور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ نور ہے جو جسموں میں نظر آتا ہے۔ ذاتی خوبیاں ہیں ان میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض خاص آدمیوں کو دی گئی خوبیاں ہیں وہ ان میں نظر آتی ہیں، ظاہری خوبیاں ہیں یا چھپی ہوئی خوبیاں ہیں، ذہنی خوبیاں ہیں یا خارجی ہیں۔ انسان کے باہر نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ کسی چیز کی خوبصورتی جو نظر آ رہی ہوتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے ہیں) فرمایا: اسی کے فیض کا عطیّہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیضِ عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 191 حاشیہ نمبر 11)

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، جتنی ان کی خوبیاں نظر آتی ہیں، جہاں جہاں خوبصورتی نظر آتی ہے، حسن نظر آتا ہے۔ انسان دیکھتا ہے اس کو فائدے پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی چیزیں جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فیض عام کی وجہ سے ہیں اور اس کے فیض سے کوئی خالی نہیں چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ فرمایا کہ ’’وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے‘‘ (اسی سے تمام فیض پھوٹتے ہیں۔ وہی تمام نوروں کا سبب اور ذریعہ ہے۔ وہی ہے جہاں سے رحمتوں کے چشمے پھوٹتے ہیں) ’’اسی کی ہستیٔ حقیقی تمام عالَم کی قیّوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے۔‘‘ (یعنی تمام دنیا کے قائم رکھنے کے لئے اور جو بھی اس میں شکست و ریخت ہو رہی ہے یا جو بھی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ اسی کی طرف لوٹتی ہیں) ’’وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا‘‘ (جو اندھیروں میں پڑی ہوئی چیزیں تھیں ان کو باہر نکالا) ’’اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو۔‘‘ (اس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں، کوئی وجود نہیں جو اپنی ذات میں اس بات کا حقدار ٹھہرتا ہو اور ہمیشہ سے ہو) ’’یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔‘‘ (یہ دنیا، ہماری دنیا بھی، آسمان بھی، انسان بھی، حیوان بھی، پتھر بھی، درخت بھی، روح جسم ہر چیز جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیض سے ہی وجود میں ہے۔)

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 191-192 حاشیہ نمبر 11)

(خطبہ جمعہ 18/ اپریل 2014ء)

ظہور خیر الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر مشعل ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، گمراہی پہ گمراہی
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفانِ مفاسد میں غرق ہو گئے بحر وبر
اِیرانی و فارانی رُومی و بُخارائی
بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اُس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا
تب عرشِ معلّٰی سے اِک نور کا تخت اُترا
اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اک ساعتِ نورانی، خورشید سے روشن تر
پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل
اُس شمس نے دِکھلائی جب شانِ خودآرائی
ابلیس ہوا غارت، چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے دَر چھوڑا نہ بام اُس کا
وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
اَنوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اُس کا
قدموں پہ نثار اُس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزم مہ و اَنجم
واللہ اُسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات دُرود اُس پر ہر اَدنیٰ غلام اُس کا
پڑھتا ہے بصد منت جپتے ہوئے نام اُس کا
آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دُعا پہنچی

(کلام طاہر)

تبرکات

''سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے''

از: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

دوستوں کو علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی دعوت

عنوان میں درج شدہ مصرع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک لطیف نظم کا حصہ ہے جس کے شروع میں یہ شعر آتا ہے کہ:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

اس مصرع کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ گو اسلام نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور مومنوں کو حکم دیا ہے کہ ان میں سے ایک طبقہ لازماً دین کی خدمت اور دین کے رستہ میں جدوجہد کے لئے وقف رہنا چاہئے۔ مگر مختلف قسم کے حالات کے ماتحت دین کی خدمت مختلف رنگ اختیار کر سکتی ہے۔ بعض حالات میں جب کہ کوئی دشمن اسلام کو مٹانے کی غرض سے جبر اور تشدد کا رستہ اختیار کر کے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائے تو اس وقت اپنے دفاع کے لئے (نہ کہ مخالفوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے کیونکہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:257) تلوار کا جواب تلوار سے دینا ہوگا۔ اور اگر دشمن کا حملہ دلائل اور عقلی اور نقلی اعتراضوں کے رنگ میں ہو تو اس وقت اسلام کا جہاد بھی اسی میدان کے اندر محدود ہو جائے گا۔ اور اگر کسی وقت مسلمانوں کی اپنی بد اعمالی اسلام کو بدنام کرنے کا باعث بن رہی ہو تو اس وقت سب سے مقدم جہاد مسلمانوں کی تربیت اور ان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح سے تعلق رکھے گا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ایک موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقتی تلوار کے جہاد سے وقتی طور پر فارغ ہوئے تو آپ نے میدانِ کارزار سے مدینہ کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد)

یعنی اب ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد یعنی اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرنے کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

اسی اصولی تعلیم کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے وہ مصرع ارشاد فرمایا ہے جو اس مختصر سے نوٹ کے عنوان کی زینت ہے۔ اور آپ کا منشاء یہ ہے کہ یہ زمانہ اپنے وقتی تقاضوں اور پیش آمدہ حالات اور مخالفوں کے رویہ کے مطابق تلوار کے جہاد کا زمانہ نہیں ہے بلکہ قلم کے جہاد کا زمانہ ہے۔ جب کہ مخالفین اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف معاندانہ لٹریچر کے ذریعہ بے پناہ حملے کئے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں اصل جہاد قلم کا جہاد ہے تا کہ قلم کے ذریعہ غیر مسلموں کے اعتراضوں کا ایسا دندان شکن جواب دیا جائے کہ ان کے قلموں اور ان کی زبانوں کی گولہ باری پر موت وارد ہو جائے۔ اور یہی رستہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشاء کے ماتحت اختیار کیا۔ چنانچہ آپ کی اس عدیم المثال خدمت کا اعتراف مخالفوں تک نے ایسے شاندار رنگ میں کیا ہے کہ اس تعریف سے ملک کی مخالفانہ فضا تک گونجنے لگ گئی۔ مثال کے طور پر امرتسر کے مشہور اخبار ''وکیل'' کے غیر احمدی ایڈیٹر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر لکھا:

''مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں بھی مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت سرانجام دی ہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابل تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔''

پھر دہلی کے غیر احمدی اخبار ''کرزن گزٹ'' نے اپنے اخبار میں لکھا کہ:

''ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم مرزا صاحب کے مقابلہ پر زبان کھول سکتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔''

پس اس نوٹ کے عنوان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو شاندار مصرع درج ہے وہ کسی ناواجب فخر و افتخار کی پیداوار نہیں بلکہ ایک زبردست حقیقت ہے جو تلوار سے زیادہ کاٹنے والی اور دلوں کی گہرائیوں میں گھر کرنے والی ہے۔ اور اس سے اس اعتراض کا جواب بھی ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نعوذ باللہ تلوار کے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ عزیزو اور دوستو سوچو اور سمجھو کہ حضرت مرزا صاحب جو اسلام کی خدمت اور دین کے احیاء کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہ کس طرح کسی اسلامی تعلیم کو منسوخ کر سکتے تھے۔ پس اگر تلوار کے جہاد کو کسی نے وقتی طور پر معلق کیا ہے (منسوخی کا تو سوال ہی نہیں) تو وہ زمانہ کے حالات نے کیا ہے۔ اور اسلام کی اس اصولی تعلیم نے کیا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہو چکی ہے جس میں جہاد کا تو بہر حال اور بہر صورت حکم ہے مگر اس کی نوعیت کو زمانہ کے حالات اور وقت کے تقاضوں اور مخالفوں کے رویہ پر چھوڑا گیا ہے۔ اور پھر کیا حضرت مرزا صاحب کے شاندار اور عدیم المثال قلمی جہاد نے تلوار کے جہاد کی کوئی ضرورت باقی چھوڑی ہے؟ خدائی احکام ہمیشہ بنی نوع انسان کی ضرورت پر مبنی ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا حکیم

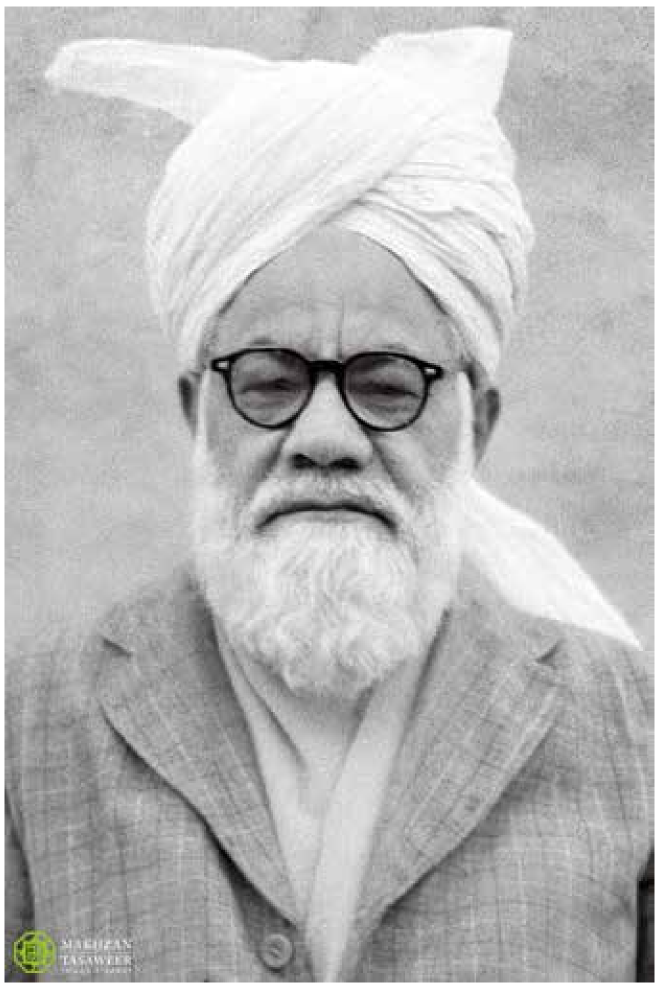

ہے اور حکیم ہستی کے احکام ہمیشہ حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر مخالفوں کی طرف سے اسلام کے خلاف قلم اور زبان کے ذریعہ حملہ ہو تو اس کا طبعی ردّ اور فطری جواب جو دلوں میں حقیقی اطمینان پیدا کر سکتا ہے وہ صرف قلم اور زبان کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف حضرت مسیح موعود نے اپنے اس لطیف مصرع میں اشارہ فرمایا ہے جو اس مضمون میں زیبِ عنوان ہے۔

مگر اس جگہ مجھے جہاد کا فلسفہ بیان کرنا مطلوب نہیں ہے بلکہ اپنی ایک رؤیا کی بناء پر جماعت کے نوجوانوں کو اسلام اور احمدیت کی قلمی خدمت کی طرف توجہ دلانا اصل مقصد ہے۔ چند دن ہوئے میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا جس سے میں ڈرا بھی اور خوش بھی ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک لمبا سا خط لا کر دیا ہے۔ یہ خط میرے نام ہے۔ میں نے خط پڑھنے سے پہلے اس کے آخری حصہ کو اٹھا کر دیکھا تو خط کے نیچے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے دستخط تھے۔ اور خط کے آخر میں اس قسم کا مضمون تھا کہ اگر آپ نے احمدی نوجوانوں کو اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لئے مضامین لکھنے اور تصانیف کرنے کی ترغیب نہ دی اور اس کا طریقہ نہ سمجھایا تو اس معاملہ میں مَیں اور عبداللہ اور والدہ عبداللہ آپ پر خوش نہیں ہوں گے اَوْ کَمَا کَانَ۔ میں اس خواب سے خوش تو اس لئے ہوا کہ تصنیف کے میدان میں میری حقیر سی خدمت عالمِ بالا میں قدر کے قابل سمجھی گئی۔ اور ڈرا اس لئے کہ جماعت کے نوجوانوں کو فنِ تصنیف کی ترغیب دینے اور اس کا طریقہ سمجھانے کی ذمہ داری ایسی نازک اور ایسی وسیع ہے کہ میں شاید اپنی موجودہ عمر اور موجودہ صحت میں اسے کماحقہٗ ادا نہ کر سکوں۔ اور عبداللہ اور عبداللہ کی والدہ سے میں یہ سمجھا ہوں کہ عبداللہ سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں جو اس زمانہ میں سب سے بڑے عبداللہ (یعنی اللہ کے بندے) ہیں اور عبداللہ کی والدہ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہٗ نفسی) ہیں جن کی مقدس تعلیم اور مبارک اسوہ سے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کا وجود باجود پیدا ہوا۔ اور خدا کرے (اور اے کاش کہ ایسا ہی ہو) کہ قیامت کے دن ان دونوں کی روح اس عاجز سے خوش ہو۔ وَذَالِكَ ظَنِّيْ بِاللّٰهِ وَاَرْجُوْمِنْهُ خَيْرًا۔

بہر حال اس رؤیا کی بناء پر یہ نوٹ الفضل میں بھجوا رہا ہوں تا احمدی نوجوانوں کو فنِ تحریر اور مضمون نویسی کی طرف توجہ پیدا ہو۔ اور وہ قلم کے میدان میں سلطان القلم (یہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہامی نام ہے) کے انصار بن کر دین کی نمایاں خدمت انجام دے سکیں۔ بے شک زبان بھی تبلیغ ہدایت اور اشاعتِ علم کا ایک بہت عمدہ ذریعہ ہے۔ مگر جو مقام قلم کو حاصل ہے وہ زبان کو ہرگز حاصل نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے اپنی ابتدائی وحی میں قلم کے ذریعہ اشاعتِ علم کا نمایاں طور پر ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o (العلق:5-4)

یعنی اے رسول لوگوں تک ہمارا نام اور ہمارا پیغام پہنچا۔ کیونکہ تیرا رب تمام بزرگیوں کا مالک ہے۔ ہاں وہی آسمانی آقا جس نے قلم کے ذریعہ علم کی اشاعت کا سامان پیدا کیا ہے۔

پس قلم علم کی اشاعت اور حق کی تبلیغ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم اور سب سے مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اور زبان کے مقابلہ پر قلم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کا حلقہ نہایت وسیع اور اس کا نتیجہ بہت لمبا بلکہ عملاً دائمی ہوتا ہے۔ زبان کی بات عام طور پر منہ سے نکل کر ہوا میں گم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ اسے قلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے۔ مگر قلم دنیا بھر کی وسعت اور ہمیشگی کا پیغام لے کر آتی ہے اور پریس کی ایجاد نے تو قلم کو وہ عالمگیر پھیلاؤ اور وہ دوام عطا کر دیا ہے جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں کیونکہ قلم کا لکھا ہوا گویا پتھر کی لکیر ہوتا ہے جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی۔ اور قلم کو یہ مزید خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اسے اپنے منبع کی نسبت کے لحاظ سے کامل یقین کا مرتبہ میسر ہوتا ہے۔ ہمیں بعض اوقات کسی شخص کی طرف سے کوئی بات زبانی طور پر پہنچی ہے مگر اس کے سننے والوں کی روایت میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مگر جب کسی شخص کے قلم سے کوئی بات نکلے تو پھر اس بات کے منبع اور ماخذ کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ بہر حال اس زمانہ میں جب کہ اسلام کے دشمن اسلام کی تعلیم اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے خلاف ہزاروں لاکھوں رسالے اور کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ قلم سے بڑھ کر اسلام کی مدافعت اور اسلام کے پرامن مگر جارحانہ علمی اور روحانی حملوں سے زیادہ طاقتور کوئی اور ظاہری ذریعہ نہیں۔

پس اے عزیزو اور اے دوستو! اپنے فرض کو پہچانو اور سلطان القلم کی جماعت میں ہو کر اسلام کی قلمی خدمت میں وہ جوہر دکھاؤ کہ اسلاف کی تلواریں تمہاری قلموں پر فخر کریں۔ تمہارے سینوں میں اب بھی سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام اور قاسم اور قتیبہ اور طارق اور دوسرے فدایانِ اسلام کی روحیں باہر آنے کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ انہیں رستہ دو کہ جس طرح وہ قرونِ اولیٰ میں تلوار کے دھنی بنے اور ایک عالم کی آنکھوں کو اپنے کارناموں سے خیرہ کیا۔ اسی طرح وہ تمہارے اندر سے ہو کر (کیونکہ خدا اب بھی انہی قدرتوں کا مالک ہے) قلم کے جوہر دکھائیں اور دنیا کی کایا پلٹ دیں۔ چند ماہ کی بات ہے کہ مجھے کسی عزیز نے کہا اور میں شرم سے کٹ گیا کہ کچھ عرصہ سے ہماری جماعت میں اس قسم کی علمی اور تحقیقاتی تصانیف شائع نہیں ہو رہی ہیں جو چند سال پہلے شائع ہوا کرتی تھیں۔ یہ اعتراض تو درحقیقت درست نہیں کیونکہ اس عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے تفسیرِ صغیر اور تفسیر کبیر کے ذریعہ بیش بہا علمی اور عرفانی جواہر پارے منظرِ عام پر آئے ہیں اور بعض دوسرے اصحاب نے بھی بعض اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ جس تیز رفتاری سے قلمی خدمت میں ترقی ہونی چاہئے تھی اور جس رنگ میں بعض نئے میدانوں میں تحقیقی مضامین لکھنے کی ضرورت تھی اس میں کسی قدر کمی ہے۔ اور یہ بھی ایک حد تک درست ہے کہ بعض نوجوانوں کا میلان تحقیقی اور علمی مضامین میں لکھنے کی بجائے نوک جھونک والے سطحی اور وقتی مقالوں کی طرف زیادہ ہو رہا ہے۔ یہ میلان ایک ترقی کرنے والی قوم کے لئے بہت نقصان دہ ہے اور ضرورت یہ ہے کہ بہت جلد کانٹا بدل کر جماعت کی قلموں کو صحیح رستہ پر ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن فرماتا ہے کہ

جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:126)

یعنی مخالفوں کے ساتھ دینی جہاد کرنے میں بہترین اور پختہ ترین اور مؤثر ترین دلائل اختیار کرو اور یونہی سطحی باتوں میں الجھ کر اپنی ہنسی نہ اڑاؤ۔

تحقیقی مضمون لکھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے ایک موضوع کی جو کسی حقیقی حاضر الوقت ضرورت کے مطابق ہو چن کر اسے اپنے ذہن میں مستحضر رکھا جائے اور اس پر کچھ وقت تک غور کیا جائے۔ پھر قرآن اور حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دوسرے بنیادی لٹریچر کا مطالعہ کر کے اس مضمون کے نوٹ لئے جائیں اور انہیں ترتیب وار مرتب کیا جائے۔ پھر جو امکانی اعتراضات اس مضمون کے متعلق دوسروں کی طرف سے ہوئے ہوں یا ہو سکتے ہوں انہیں ذہن میں رکھ کر ان کا جواب سوچا جائے۔ پھر ایک عمومی خاکہ اس امر کے متعلق اپنے دماغ میں قائم کیا جائے کہ اس مضمون کو کس طرح شروع کرنا ہے اور کس طرح چلانا اور کس طرح ختم کرنا ہے۔ آغاز اس طرح ہونا چاہئے کہ مضمون پڑھنے والا اس کی نوعیت اور اہمیت کو محسوس کر کے اس کے لئے ذہنی طور پر تیار اور چوکس ہو جائے اور اختتام اس رنگ میں سوچا جائے کہ گویا چند تیر ہیں جو آخری ضرب کے طور پر پڑھنے والے کے دل میں پیوست کرنے مقصود ہیں۔ اس کے بعد نوٹ سامنے رکھ کر دعا کرتے ہوئے مضمون شروع کیا جائے۔ اور ہر ضروری اقتباس کے اختتام پر بریکٹوں کے اندر معین حوالہ درج کیا جائے تا اگر مضمون پڑھنے والا اس بارے میں مزید تحقیق کرنا چاہے تو از خود تحقیق کر کے تسلی کر سکے۔ مضمون ختم کرنے کے بعد نظر ثانی بہت ضروری ہے اور نظر ثانی کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ اپنے مضمون کو علیحدگی میں اونچی آواز سے پڑھا جائے تا کہ آنکھوں کی فطری حس کے علاوہ کان بھی اپنی قدرتی موسیقی کو کام میں لا کر اصلاح میں مدد دے سکیں۔ میں نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس رنگ میں اپنی تحریرات کو پڑھتے دیکھا اور سنا ہے۔ اور آپ اپنے مضامین کی نظر ثانی بھی ضرور فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے مسوّدات کی عبارت کئی جگہ سے کٹی ہوئی اور بدلی ہوئی نظر آتی تھی اور ایسا نہیں ہوتا تھا کہ بس جو لکھا گیا سو لکھا گیا۔ بلکہ آپ اس غرض سے اور نیز صحت کی غرض سے اپنی کتب کی کاپیاں اور پروف تک بھی خود ملاحظہ فرماتے تھے۔

مضمون شروع کرنے سے پہلے نیت درست کرنے اور خدمتِ دین کے جذبہ کو اپنے دل میں جگہ دینے اور دعا کرنے کا میں نے یہ عظیم الشان فائدہ دیکھا ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ غیر معمولی رنگ میں نصرت فرماتا ہے۔ مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ ایک دفعہ جب میں نے اپنے ایک مضمون کی پہلی سطر ہی لکھی تھی تو یکلخت مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ صفحہ کے آخری حصہ میں جو اس وقت خالی تھا ایک خاص عبارت لکھی ہوئی درج ہے اور مجھے توجہ دلائی گئی کہ اپنے اس مضمون کو اس عبارت کے مضمون کی طرف کھینچ لا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے مضمون میں ایک نیا اور دلکش رنگ پیدا ہو گیا۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ میں نے مضمون کا ایک ڈھانچہ سوچ کر نوٹ کیا مگر بعض حصوں میں مضمون لکھتے لکھتے میرا قلم خود بخود ایک نئے رستہ پر پڑ گیا اور بالکل نئی باتیں ذہن میں آ گئیں۔ چنانچہ جو ڈھانچہ میں شروع میں سوچا کرتا ہوں عموماً اس کا نصف یا اس سے کچھ کم حصہ مضمون لکھتے ہوئے بہتر صورت میں بدل جایا کرتا ہے۔ یہ سب دعا اور حسنِ نیت اور اللہ کے فضل کا ثمرہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بایں ہمہ شروع کی تیاری بہت ضروری ہے کیونکہ یہ تیاری بھی نصرتِ الٰہی کی جاذب ہوا کرتی ہے۔

یہ سوال کہ علمی اور حقیقی تصانیف کے لئے کن مضمونوں کو چنا جائے، ایک بہت اہم سوال ہے مگر باوجود اس کے وہ کچھ مشکل بھی نہیں۔ ہمارے سامنے ہمارے آسمانی آقا کی سنت موجود ہے جس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور وقت کی حقیقی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ دراصل اگر کوئی کام وقت کی ضرورت کے مطابق نہ ہو تو وہ ایک کھوکھلے فلسفہ اور دماغی کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور خدا کی ذات اس قسم کے لایعنی فلسفہ سے بالا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش میں ہی پیدا کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ابھی بنی نوع انسان اپنے دماغی قویٰ اور ماحول کے تمدن کے لحاظ سے کسی دائمی اور عالمگیر شریعت کے حامل بننے کے اہل نہیں تھے۔ پس اس نے فلسفہ کو چھوڑ کر حکمت کا رستہ اختیار کیا اور یہی رستہ ہمارے لئے بھی کھلا ہے۔

پس مضمون کے انتخاب کے متعلق میرا یہ مشورہ ہے کہ صرف ان مضمونوں کو چنا جائے جو حکیمانہ طریق پر وقت کی کسی اہم ضرورت کو پورا کرنے والے ہوں اور دنیا ان مضمونوں کے لئے پیاسی ہو۔ اور اس تعلق میں یہ خیال روک نہیں بننا چاہئے کہ کسی مضمون پر کچھ عرصہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کیونکہ زمانہ کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور نہ صرف نئے نئے مسائل بلکہ پرانے مسائل کے نئے نئے پہلو بھی پیدا ہوتے اور سامنے آتے رہتے ہیں۔ کئی مضامین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکھے گئے اور نہایت تسلی بخش صورت میں لکھے گئے اور

انہوں نے دنیا کی پیاس بجھائی مگر آج ان مسائل کے نئے نئے پہلو پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ ان پر سوچنا اور ان کے متعلق قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر اور دیگر بنیادی لٹریچر سے اصولی روشنی حاصل کر کے زمانہ کے نئے مسائل کو حل کرنا یا پرانے مسائل کی نئی گتھیوں کو سلجھانا جماعت کے خادمِ دین علماء کا کام ہے۔ اقوامِ عالم کی روحیں دلوں کو منور کرنے والی نئی روشنی کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ صدیوں کے تعصّب کی وجہ سے وہ اسلام کے نام سے تو ابھی تک بیشتر صورت میں متنفر ہیں مگر اسلام کی حقیقت کو اپنانے کے لئے بے چین بھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نبوت سے معمور کلام جو آج سے پچپن سال پہلے کہا گیا آفتابِ عالمتاب کی طرح افقِ مشرق سے بلند ہو کر مغرب کے مرغزاروں میں بزبانِ حال گونج رہا ہے کہ:

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

(درثمین اردو)

یہی حال احمدیت کا ہے کہ جماعت احمدیہ کو برا بھلا کہتے ہوئے بلکہ ہر قسم کے فتوے لگاتے ہوئے بھی غیر احمدی دنیا جماعت احمدیہ کے خیالات اور نظریات کو مسلسل اپناتی چلی جاتی ہے۔ یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم کا کرشمہ ہے جس کے پیچھے خدا کی عظیم الشان نصرت اور روح القدس کی زبردست تائید کام کر رہی ہے۔ پس اے عزیزو اور دوستو آگے آؤ اور اپنے قلموں کو اسلام کی تائید میں حرکت دو کہ اس سے بڑھ کر تمہارے لئے آج کوئی برکت نہیں۔ اس وقت بہت سے اچھوتے اور نیم اچھوتے مضمون تمہاری قلموں کی جنبش کا انتظار کر رہے ہیں اور ساغرِ حسن صرف ایک انگلی کے اشارے پر چھلکنے کے لئے تیار ہے اور تمہارے لئے صرف سنت کا اجر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضاءِ آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اس وقت جو مضمون زیادہ توجہ طلب نظر آتے ہیں وہ میرے خیال میں یہ ہیں:

(1) بین الاقوامی تعلقات کے متعلق اسلامی تعلیم (2) بین الاقوامی مصالحت کی شرائط (3) ملکی اور قومی معاہدات (4) مذہبی رواداری (5) دوسری قوموں کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق اسلامی احکام (6) یہ مضمون کہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہر قوم میں رسول آئے ہیں (7) اسلام اور دیگر شرائع کی باہمی نسبت اور ان کا مقابلہ (8) یہودیت اور اسرائیلیت کے متعلق اسلامی پیشگوئیاں (9) مسیح ناصری کے حقیقی اور مزعومہ معجزات (10) وفات مسیح از روئے انجیل و تاریخ (11) اشتراکیت اور سرمایہ داری اور نظام اسلامی کا مقابلہ (12) وحی و الہام کی حقیقت اور اس کا اجراء (13) ختم نبوت کی حقیقت (14) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم المثال مقام اور آپؐ کا افضل الرسل ہونا (15) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات (16) مسیح کے نزولِ ثانی کا وعدہ (17) مسیح موعودؑ کے نزول کی حقیقت (18) حضرت مسیح موعودؑ کے لٹریچر کی اہمیت اور یہ کہ دوسرے مسلمانوں نے بلکہ دوسری قوموں نے اسے کس طرح غیر شعوری طور پر اپنایا ہے اور اپنا رہے ہیں (19) اسلام میں روحانیت (20) اسلام کی اخلاقی تعلیم (21) اسلام میں جہاد کی حقیقت (22) ضبطِ تولید کا مسئلہ (23) اسلامی پردہ کی حقیقت اور یہ کہ کس طرح پردہ کے باوجود عورتیں ترقی کر سکتی اور قومی زندگی میں حصہ لے سکتی ہیں (24) تعدد ازدواج اور یہ کہ یہ تعلیم خاص انفرادی اور قومی ضروریات کے لئے ہے اور اس کی خاص شرائط ہیں (25) خلافت کی حقیقت اور اس کی ضرورت اور اہمیت (26) اسلام کا اقتصادی نظام اور سود اور بیمہ وغیرہ کے مسائل (27) اسلام کا تعزیری نظام وغیرہ وغیرہ۔

ان میں سے اکثر عنوان بظاہر سادہ نظر آتے ہیں مگر تحقیق یعنی ریسرچ کرنے والوں کے لئے ان میں ایسی طویل اور پیچ دار وادیاں موجود ہیں کہ ان میں صحیح طور پر گھومنے والا دنیا کے لئے ایک بہت دلکش اور نیا عالم پیدا کر سکتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

بیا در ذیلِ مستان تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

پس اے احمدی نوجوانو! آؤ اور اس چمنستان کی وادیوں میں گھوم کر دنیا کو نئے علوم سے شناسا کرو۔ آؤ اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی تعمیر میں حصہ لے کر اقوام عالم کو علم و عرفان کے وہ خزانے عطا کرو کہ حجاز اور بغداد اور قرطبہ اور قدس اور مصر کی یادگاریں زندہ ہو جائیں۔ تا دنیا تم پر فخر کرے اور آسمان تم پر رحمت کی بارشیں برسائے اور آنے والی نسلیں تمہاری یاد سے امنگ اور ولولہ حاصل کریں۔ اے کاش کہ ایسا ہی ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(محررہ 18 دسمبر 1958ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 دسمبر 1958ء)

درخواست دعا

اخبار روزنامہ الفضل لندن آن لائن کو مختلف جہت سے قارئین کی طرف سے دُعاؤں کی درخواستیں ملتی رہتی ہیں۔ جو گاہے بگاہے شائع کر دی جاتی ہیں تا جو دوست یا خواتین بیمار ہیں وہ دنیا بھر کے احمدیوں کی دُعاؤں کے طفیل صحت پائیں۔ اسی طرح جو پریشان ہیں، مشکلات میں ہیں ان کی پریشانیوں اور مشکلات دور ہوں۔ جن کی اولاد نہیں یا اولاد نرینہ کی درخواست کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و رحم سے ان کی گودیں نیک، صالح، صحت مند اولاد سے ہری کرے۔ جو امتحانات دے رہے ہیں وہ نمایاں کامیابی پائیں۔

قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن شہداء احمدیت کے پسماندگان کو اور اسیران راہ مولیٰ کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسیران کے لئے آسانیاں مہیاء فرمائے اور اسلام احمدیت کو دن دونی رات چونی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو کامل صحت کے ساتھ فعال لمبی عمر عطا فرمائے۔ اپنی حفاظت خاص میں رکھے اور روح القدس سے اپنی تائیدات سے نوازتا رہے اور ہم تمام احباب جماعت کو خلافت کی برکات و فیوض سے حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ (ادارہ)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ اِلَّا اِلَیْكَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ

(بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ: ’’اے میرے اللہ! میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور اپنی تمام تر توجہات تیری طرف پھیرتا ہوں۔ اپنے سب معاملات تیرے حوالے کرتا ہوں اور تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تجھے اپنا سہارا بناتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اور نہ ہی کوئی جائے نجات ہے۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے نازل کی ہے اور تیرے اس نبی پر بھی ایمان لاتا ہوں جو تو نے بھیجا ہے۔‘‘

یہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی رات سونے کے وقت کی دعا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو رات عشاء سے قبل سونا پسند نہیں تھا تا کہ نمازِ عشاء نہ رہ جائے۔ آپ دن کے کاموں کا اختتام نمازِ عشاء سے پہلے مکمل کر کے عشاء کے بعد آرام کرنا پسند فرماتے تھے تا کہ تہجد کے لئے وقت پر اٹھ سکیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رات کو آنحضرت ﷺ سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

فوٹو گرافی کا شوق جو باعثِ سعادت بن گیا

(معروف فوٹو گرافر سلیمان احمد طاہر صاحب کی یادداشتیں)

(تحریر: محمد محمود طاہر)

خاکسار کے تایا جان محترم چوہدری سلطان احمد طاہر صاحب کے بڑے فرزند اور سلسلہ کے دیرینہ خادم محترم مولانا نسیم سیفی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل کے بھانجے اور داماد محترمی سلیمان احمد طاہر صاحب آف کراچی فوٹو گرافی میں مہارت اور شوق کی وجہ سے معروف ہیں۔ آپ کا یہ شوق آپ کے لئے باعث سعادت بھی بنا اور آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بے پناہ شفقتوں کا مورد بناتا رہا۔ آپ نے 22 جولائی 2020ء کو اپنی یادوں کو جنبش دی اور خاکسار کو کئی صوتی پیغامات بھیج ڈالے۔ پیغامات کیا تھے وہ شفقت و محبت اور سعادتوں کی کہانی تھی۔ خاکسار کان کو سنتا گیا اور الفاظ کے قالب میں ڈھالتا گیا۔ چند فقرے آپ نے اپنے تعارف میں بھی کہہ ڈالے کہ میں نے اپنی ابتدائی تعلیم اور گریجویشن ربوہ سے ہی میں کی تھی سوائے نویں دسویں کے دو سال سرگودھا میں تعلیم پائی۔ 1963ء سے 1967ء تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے F.Sc اور B.Sc کرنے کے بعد 1967ء تا 1969ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم بی اے کیا۔ کچھ عرصہ طارق روڈ کراچی میں واقع ایک امریکن کمپنی کے دفتر میں ملازمت کی پھر 1974ء سے DHA کراچی میں پراپرٹی کا بزنس شروع کر دیا اور ابتک اسی بزنس سے وابستہ ہیں۔

فوٹو گرافی کے شوق کے محرک غالباً آپ کے بزرگ ماموں اور سسر محترم مولانا نسیم سیفی صاحب بنے جو خود بھی فوٹو گرافی کے شوقین تھے۔ اور انہوں نے 1970ء میں مکرم سلیمان طاہر صاحب کو ان کی شادی پر کیمرہ کا تحفہ دیا جو وہ نائیجیریا سے لائے تھے۔ یہ پہلا کیمرہ تھا جو سلیمان طاہر صاحب کے استعمال میں آیا اور اس سے ایک عرصہ تک آپ فوٹو گرافی کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1978ء میں کسرِ صلیب کانفرنس لندن میں شرکت فرمائی تھی۔ اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے جماعت کراچی کے 35 افراد انگلستان گئے تو مکرم سلیمان طاہر صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ اس کانفرنس کے موقع پر بھی آپ نے اسی کیمرے سے تصاویر بنائیں اور پھر یورپ کی سیر بھی کی۔ 1978ء میں ہی آپ کے ایک دوست نے لندن سے آپ کو ایک بہت اعلیٰ معیار کا کیمرہ بھیجا جس سے آپ کو فوٹو گرافی کا شوق اپنی انتہا تک لے گیا اور پھر آپ نے مختلف نوعیت کے کیمروں کو جمع کرنے کا شوق بھی پورا کیا۔ یہاں تک کہ ایک وقت میں آپ کے پاس 560 کی تعداد میں نادر و نایاب کیمرے جمع ہو گئے۔ پاکستانی میڈیا میں بھی آپ کے اس شوق کا چرچا ہوا۔ چنانچہ پی ٹی وی کے پروگرام ’’یہ عالم شوق کا‘‘ میں آپ کا انٹرویو کیمروں کی نمائش کے ساتھ نشر ہوا۔ روزنامہ ڈان اور Women's Own میگزین میں بھی آپ کے انٹرویو شائع ہوئے۔ ایم ٹی اے پر آپ کے فوٹو گرافی کے متعدد پروگرامز نشر ہو چکے ہیں۔

فوٹو گرافی کے 150 سال پورے ہونے پر 1989ء میں امریکن قونصل خانہ کراچی نے آپ کے کیمروں کی تین روز کی نمائش کا انعقاد بھی کیا جس کو سرکردہ سرکاری عہدے داروں نے بھی وزٹ کیا۔ قذافی سٹیڈیم لاہور میں فلڈ لائٹس لگانے کا کام فلپس Phillips کمپنی نے 1996ء میں مکمل کیا تو رات کے دلکش مناظر کی فضائی تصاویر لینے کے لئے فلپس کمپنی نے آپ کی خدمات حاصل کیں اور آپ نے رات کے وقت فلڈ لائٹس میں قذافی سٹیڈیم کی خوبصورت فضائی فوٹو گرافی کی۔ فلپس کمپنی کو بہترین لائٹنگ پر ایوارڈ بھی ملا تھا۔ آپ فوٹو گرافی سوسائٹی آف کراچی کے سینئر ممبر بھی ہیں اور اس سوسائٹی کی طرف سے آپ کو آپ کی بعض شاہکار تصاویر پر انعامات بھی دیئے جا چکے ہیں۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب کراچی تشریف لاتے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے جماعت کی طرف سے ہر تقریب میں باقاعدہ فوٹو گرافی کرنے کی سعادت حاصل ہوتی۔ میں اگرچہ پراپرٹی کا بزنس کرتا تھا لیکن فوٹو گرافی میرا شوق تھا اور اس شوق کو میں نے بطور پیشہ بھی اپنائے رکھا اور میں نے فوٹو سٹوڈیو بنا رکھا تھا۔ حضرت صاحب کی آمد پر جماعت کی طرف سے فوٹو گرافی کرنے کی ڈیوٹی لگتی جو میرے لئے باعث اعزاز ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلی بار کراچی تشریف لائے تو آپ دورہ یورپ اور مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے بعد کراچی تشریف لائے تھے۔ کراچی آ کر حضور انورؒ نے مجھے ایک کام سونپا۔ آپ نے اپنی ایک تصویر مجھے دی جو جرمنی میں ایک پروفیشنل فوٹو گرافر نے کھینچی تھی۔ اس نے حضورؒ سے درخواست کی تھی کہ میں آپ کی پورٹریٹ بنانا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے اس تصویر کے بارے میں پورا واقعہ سنایا کہ جرمنی میں اس فوٹو گرافر نے جماعت سے رابطہ کر کے وقت لیا۔ میں آرام کر کے اٹھا تو مجھے بتایا گیا کہ فوٹو گرافر منتظر ہے۔ چنانچہ میں فوراً ہی اس کے سامنے تصویر کے لئے بیٹھ گیا۔ بیک گراؤنڈ میں ایک پردہ پھولوں والا تھا، اس کے سامنے تصویر ہوئی۔ چونکہ حضرت صاحبؒ نیند سے اٹھ کر گئے تھے اس لئے نیند کی وجہ سے آنکھوں کے سرخی مائل اثرات موجود تھے۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ اس تصویر میں آنکھوں کی سرخی کو کم کرنا ہے اور بیک گراؤنڈ میں جو پردہ ہے، اسے پلین بیک گراؤنڈ میں تبدیل کر دیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؒ کے ارشاد اور خواہش کے مطابق میں نے اس تصویر کے مختلف پرنٹس لئے اور بیک گراؤنڈ بھی پلین کیا اور آنکھوں کی رنگت بھی بہتر کر دی۔ اس زمانہ میں کمپیوٹر یا فوٹو شاپ وغیرہ نہیں تھی اس لئے یہ تمام کام بار بار فوٹو پرنٹ لینے کے ذریعہ مہارت کے ساتھ کرنا پڑا۔ اس کام پر حضرت صاحبؒ نے مجھے بہت شاباش دی۔ یوں مجھے آپ کی یہ خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

پاکستان میں خدمت کا یہ موقع پانے کے بعد قیام لندن میں بہت مواقع ملے جو کہ باعث سعادت بن گئے

1984ء میں آپ کو حضرت صاحبؒ کے ارشاد و مشورہ پر اپنی والدہ محترمہ امۃ الحفیظ شوکت صاحبہ کے علاج کی غرض سے لندن جانا پڑا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 30 اپریل 1984ء کو لندن پہنچے تھے اور آپ اپنی والدہ کیساتھ تقریباً ایک ماہ بعد مئی کے آخر میں لندن پہنچے۔ جماعت اور احباب جماعت کیلئے یہ وقت بہت ہی جذبات سے پُر تھا کیونکہ خلیفۃ المسیح ہجرت فرما کر لندن مقیم ہوئے تھے آرڈیننس 1984ء کے بعد خلیفہ وقت کے لئے پاکستان میں رہ کر جماعتی کام اور قیادت کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کو معجزانہ طور پر پاکستان سے انگلستان لے گیا۔ اس خدائی مدد اور معجزے کا اقرار ہر منصف مزاج انسان کرتا ہے۔

1984ء میں جب والدہ صاحبہ کو علاج کی غرض سے لندن لے کر گیا تو اگلے ہی روز میری اور والدہ صاحبہ کی حضرت صاحبؒ کے ساتھ تفصیلی ملاقات ہوئی اور حضورؒ نے مجھ سے میرے پیشہ اور ذاتی مشاغل کے بارہ میں تفصیلی بات کی۔ مجھے چونکہ علاج کے لئے کم از کم چھ ماہ وہاں ٹھہرنا تھا اور اکثر ڈاکٹر کے پاس تو تقریباً دو ہفتے کے بعد ہی جانا ہوتا تھا اس کے علاوہ تو ہماری کوئی مصروفیت نہ تھی اس لئے میرا زیادہ وقت مسجد فضل اور محمود ہال میں ہی گذرتا۔ اس وجہ سے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا بہت قرب حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ تقریباً روزانہ نمازوں پر آتے جاتے ملاقات ہوتی اور اس کے علاوہ علیحدہ بھی حضرت صاحبؒ سے ملاقاتیں معمول تھا۔ 1984ء کا زمانہ میری فوٹو گرافی کے شوق کے عروج کا زمانہ تھا۔ مجھے نادر اور قیمتی کیمرے اکٹھے کرنے کا شوق تھا اور میں اپنے کئی پروفیشنل کیمرے اپنے ساتھ لیکر لندن گیا تھا۔ میری یہ خوش قسمتی کہ مجھے لندن جانے کا موقع حضرت صاحبؒ کی موجودگی میں ملا اور حسن اتفاق کہیئے یا میری خوش قسمتی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بھی فوٹو گرافی کا بہت شوق تھا۔ میں فوٹو گرافی پر اکثر مطالعہ بھی کرتا تھا اور نت نئے زاویوں کو سمجھنے، سیکھنے اور انکے تجربے کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اس لئے حضرت

صاحبؒ سے ملاقاتوں میں ایک مشترکہ موضوع فوٹوگرافی ہوا کرتا تھا۔ حضرت صاحب کے پاس بھی کئی کیمرے تھے آپ ملاقات میں وہ بھی ساتھ رکھتے اور ان پر اور فوٹوگرافی اور جدید طریقوں کے حوالہ سے خوب گفتگو ہوا کرتی تھی۔

اخیر جولائی 1984ء میں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ حضرت صاحب کی پورٹریٹ بنوانی ہے کیونکہ دنیا بھر میں مشن ہاوسز کی طرف سے مطالبے آرہے ہیں۔ اور بعض دیگر اداروں مثلاً اخبارات وغیرہ کو بھی تصویر دینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے آپ کسی ماہر پیشہ ور فوٹوگرافر کا انتظام کریں تا حضور کی تصویر بنوائی جاسکے۔ چونکہ جماعتی حالات پاکستان میں خراب تھے اور یہاں بھی کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ بہر حال رہتا تھا اس لئے حفاظتی نکتہ نگاہ مدنظر رکھتے ہوئے مجھے مناسب فوٹوگرافر کی تلاش کی ڈیوٹی تفویض کی گئی۔

اس ہدایت کے بعد میں نے چند فوٹوگرافرز کی فہرست بنائی۔ پھر میں ایک فوٹوگرافر کے دفتر گیا جو کہ برطانوی شاہی خاندان کی فوٹوگرافی بھی کر چکا تھا۔ اس سے طریق کار اور ریٹس وغیرہ پوچھے اس نے کہا کہ جن کی تصویر بنانی ہے انہیں میرے سٹوڈیو آنا ہوگا۔ یہ بات میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بتائی تو انہوں نے کہا یہ تو مناسب نہیں۔تصویر تو یہاں محمود ہال میں ہی بنائی جائے گی۔ نیز اس نے اپنے معاوضہ کے لئے تین ہزار پاونڈ سے زائد رقم بتائی تھی اس قدر رقم پر حضورؒ نے کسی صورت راضی نہیں ہونا تھا۔تب یہ بات کی گئی کہ کیوں نہ ہم ہی حضورؒ کی فوٹوگرافی کریں۔چنانچہ میں اپنے کیمرے لیکر آگیا۔ایک احمدی ڈاکٹر داود خان صاحب بھی اپنے کیمرے لائے اور ایک ہندو فوٹوگرافر وہ بھی شامل ہوگیا۔ ہم نے محمود ہال میں ایک سٹوڈیو سیٹ کیا۔ اور ہم نے حضرت صاحب کی تصاویر بنانے کی سعادت حاصل کی۔یہ میری خوش قسمتی ہے کہ جب تصاویر کے چناؤ کا وقت آیا تو حضورؒ نے میری کھینچی ہوئی تصویر کا انتخاب فرمایا اور پھر وہی تصویر تمام مشن ہاوسز کو بھجوائی گئی جو میرے لئے باعث اعزاز اور باعث دعا بنی۔یہ تصویر سرخ بیک گراونڈ والی تھی جو ایک عرصہ تک جماعتی طور پر دی جاتی رہی۔حضرت صاحب سے ملاقاتوں کے دوران میں نے حضورؒ کی بعض دیگر پوز کے ساتھ بھی تصاویر کھینچی تھیں جن کو حضورؒ نے پسند فرمایا اور یہ تصاویر حضورؒ عموماً اپنے پیاروں کو تحفہ میں دیا کرتے تھے۔

1984ء کے دنوں کی ہی بات ہے پاکستان میں ایک مسجد کو کسی نے آگ لگادی اور پھر الزام لگادیا گیا کہ یہ احمدیوں نے کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت صاحب نے مجھے بلایا اور استفسار فرمایا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ رات کو تصاویر کھینچی جائیں تصویر آبھی جائے اور کسی کو تصویر کشی کا علم نہ ہو سکے۔ میں نے حضور انورؒ کی ہدایت پر کام کیا اور تجربہ کرکے انفراریڈ لائٹ میں بلیک اینڈ وائٹ تصاویر کھینچیں اور حضرت صاحب کو دکھائیں کہ اس میں جس کی تصویر کھینچی گئی ہے اس کو علم نہیں اور پہچان بھی ہوجاتی ہے۔ بہر حال حضرت صاحب نے اس تجربے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔تاہم یہ میرے علم میں نہیں کہ اس ٹیکنالوجی کے ساتھ جماعتی طور پر فائدہ اٹھایا گیا تھا یا نہیں لیکن حضرت صاحب کی خواہش کے مطابق مجھے کام کرنے کی توفیق ملی۔

حضور رحمہ اللہ کی جو تصویر جماعتی طور پر بھجوانے کے لئے منتخب کی گئی تھی اس کی سینکڑوں کاپیاں مجھ سے بنوائی گئیں کیونکہ یہ دنیا بھر میں بھیجی جاتی تھیں اور ان کی ہر وقت ضرورت رہتی تھی۔حضورؒ اپنے پیاروں اور احباب جماعت کو بھی بھجوایا کرتے تھے۔ اس تصویر کی طلب بہت زیادہ تھی اور اگلے سال 1985ء کے جلسہ سالانہ پر لوگ یہ تصویر مانگتے تھے تو حضور انورؒ کی اجازت اور منظوری سے جلسہ کے موقع پر میں نے حضورؒ کی تصاویر مناسب سی قیمت پر تا کہ اس سے لاگت وغیرہ نکل آئے دستیاب کر دی تھیں۔ دراصل ہجرت کے بعد کی عجب کیفیت تھی ایک طرف پاکستان سے جدائی تھی دوسری طرف جماعت عالمگیریت کے سفر تیزی سے طے کر رہی تھی۔ابھی ایم ٹی اے کا اجرا نہیں ہوا تھا اور لوگ حضرت صاحب کی تصویر کا حصول اظہار محبت سے کرتے تھے۔ ملاقات احباب اور جلسہ پر وفود کی آمد پر بھی لوگ حضورؒ سے تصویر طلب کرتے اور بعض لوگ دستخطوں والی تصویر کا مطالبہ کرتے تو تصاویر کی حضورؒ کو بھی ضرورت رہتی تھی۔ چنانچہ پرائیویٹ سیکرٹری نسیم مہدی صاحب نے کہا کہ حضورؒ کو تصاویر چاہئیں۔ میں نے پچاس سے زائد تصاویر 7x5 کی پرنٹ کر کے دے دیں۔ مجھے کہا گیا کہ اس کا کتنا بل ہے۔ میں نے کہا میں حضرت صاحب کو دی گئی تصاویر کے پیسے کیسے لے سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ حضورؒ پسند نہیں کریں گے۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔تب انہوں نے تجویز کیا کہ آپ خود حضورؒ کو لکھ دیں۔ چنانچہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ حضور میری خواہش ہے کہ جس قدر آپ کو تصاویر کی ضرورت ہو مجھے اجازت دیں کہ وہ تصاویر میں آپ کو اپنی طرف سے مہیا کیا کروں۔حضور انورؒ نے ازراہ شفقت میری درخواست قبول کرلی اور اسی طرح ہوتا رہا۔ اس کے بعد میں کراچی آ گیا۔ پھر مجھے PS سے خط بذریعہ جماعت کراچی آجایا کرتا تھا کہ اس قدر تصاویر بھیج دیں میں اس تعداد میں تصاویر پرنٹ کرواکر بھیج دیتا تھا۔

ایک دفعہ اسی قسم کا خط لندن سے آیا لیکن کسی وجہ سے وہ میرے تک نہ پہنچ سکا اور یوں تصاویر کی ضرورت پوری نہ ہوسکی۔تب لندن سے مجھے خط ملا کہ آپ حضورؒ کی تصویر کا نیگیٹو بھجوا دیں ہم یہاں سے حسب ضرورت تصاویر پرنٹ کروالیا کریں گے۔ اسی خط میں آگے یہ بھی لکھا تھا کہ قبل ازیں آپ کو اس قدر تصاویر بھجوانے کا لکھا تھا۔ مجھے اس پر بہت افسوس ہوا کہ مجھے تو خط ملا ہی نہیں ہے۔تب میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو لکھا کہ میں نیگیٹو نہیں دوں گا کیونکہ 1985ء کے جلسہ سالانہ پر آیا تھا اور تصاویر کھینچنے کی اجازت لی تھی تو مجھے مشروط اجازت دی گئی تھی کہ تصاویر کھینچیں لیکن فلم جماعت کی ملکیت ہوگی۔ میں نے حسب ہدایت ایک دو فلمیں وہاں جمع کروادی تھیں لیکن ان کا مجھے بھی علم نہیں ہوا کہ وہ کہاں گئیں غالباً وہ کہیں ضائع ہوگئیں۔ اس لئے نیگیٹو کے گم جانے کا اندیشہ ہے لہذا میری طرف سے پھر درخواست کردیں کہ جس طرح شفقت کرتے ہوئے مجھے پہلے یہ موقع خدمت دیا گیا تھا اس کو ہی جاری رکھا جائے۔ میں تاحیات جس قدر تصاویر کی طلب ہوگی بھجواتا رہوں گا۔انشاءاللہ

میرے اس خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ سے مجھے محبت اور شفقتوں بھرا خط لکھا۔ ایک ایسا خط جس کو پڑھ کر میں وفور جذبات سے روتا ہوں کہ اتنی بڑی ہستی مجھ ناچیز سے پیار کرتے ہوئے میرا شکریہ ادا کر رہی ہے۔ میں جب بھی وہ خط پڑھتا ہوں تو رونے لگتا ہوں اور اپنی قسمت پر ناز بھی کرتا ہوں۔ یہ 12اگست 1985ء کا محررہ خط ہے جو حضور نے اپنے ہاتھ سے مجھے انگریزی زبان میں لکھا تھا اور فرمایا کہ میں نے تو تصویر کا نیگیٹیو صرف اس لئے مانگا تھا کہ آپ مسلسل مجھے ہر سائز کی تصاویر بلا معاوضہ بھیج رہے ہیں اور ان کی لاگت بڑھتی جارہی ہے اور یہ آپ پر مالی بوجھ ہوگا اور یہ بات میرے دل پر بوجھل بنتی جارہی ہے۔ لیکن آپ کے محبت بھرے اور پرعزم خط نے مجھے مستغنی کردیا ہے۔ اس لئے آپ جس طرح سے خوش ہوں ویسا ہی کیجئے۔حضورؒ نے اس کے ساتھ مجھے ڈھیروں دعائیں بھی دیں اور میری ذرہ نوازی بھی کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی شفقتوں اور محبتوں کا اس قدر مجھ پر ورود ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء سے پہلے کی بات ہے۔ مجھے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے فلموں کے تین بند رول بھجوائے گئے۔ اور ان کے بارے میں حضرت صاحب کا ارشاد ملا کہ یہ انکے کیمرے کی کھینچی ہوئی تصاویر ہیں جس میں حضورؒ کے اہل خانہ کی بھی تصاویر ہیں اس لئے آپ خود اپنی نگرانی میں انکو پراسس کرواکے پرنٹ کروائیں اور اس بات کی نگرانی کریں کہ کوئی تصویر ضائع نہ ہو اور پرنٹ کرواکر حضورؒ کو بھجوادیں۔ یہ میرے لئے بہت ہی اعزاز کی بات تھی کہ مجھ پر اس قدر عنایت اور اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ کام لندن میں بھی ہوسکتا تھا لیکن ہزاروں میل دور یہ کام اس عاجز ناچیز کے ذمہ حضرت صاحب نے لگایا۔ میں نے حسب ہدایت حضور انورؒ انکو اپنی نگرانی میں پرنٹ کروایا۔ اور انکو مع نیگیٹوز سیل بند کرواکر جماعت کے ذریعہ لندن بھجوادیا۔

مجھے صدسالہ جلسہ سالانہ قادیان کے یادگار اور تاریخی موقع پر قادیان جانے اور جلسہ کے تینوں دن حضرت صاحب کی تصاویر کھینچنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں اس موقع پر بڑے اعلیٰ اور قیمتی 5 کیمرے اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔سینکڑوں تصاویر بنائیں۔ ان میں بعض تصاویر نے اتنی شہرت حاصل کی کہ جماعت نے ان میں سے کئی تصاویر 6،5 فٹ کے سائز کے پرنٹ بھی بنوائے۔ میں نے خود بھی بڑے بڑے سائز کی وہ تصاویر بنائی تھیں۔ اسی طرح اگست 1984ء میں میری کھینچی ہوئی تصویر 6x4فٹ یعنی قد آدم سائز کی تصویر پرنٹ کرکے لنڈن میں جماعتی استعمال میں رکھی گئی تھی۔ اسلام آباد ٹلفورڈ میں ایک عرصہ تک وہ لگی رہی۔ یوں الحمد للہ میرا فوٹوگرافی کا شوق میرے لئے باعث سعادت بنا اور مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا قرب اور آپ کی شفقتوں اور محبتوں کے ساتھ آپ کی ڈھیروں دعائیں ملیں جو میرے لئے سرمایہ زیست ہیں۔

1985ء کے جلسہ سالانہ کے بعد لندن سے کوئی دوست آرہے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انکے ہاتھ مجھے Nikon کا ایک بہت

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مہنگا 105 ملی میٹر مائکرو لنیز جو اس وقت کوئی ایک ہزار پاؤنڈ مالیت کا ہوگا، اس زمانہ میں یہ بہت بڑی رقم تھی اور یہ بہت مہنگا لنیز شمار ہوتا ہے مجھے تحفہ کے طور پر بھجوایا اور اس کے علاوہ اکثر حضورؒ میرے بچوں کے لئے چاکلیٹس کا تحفہ بھی بھجوایا کرتے تھے۔ یہ آپ کی بہت بڑی عنایت تھی کہ آپ مجھے یاد کر کے میرے بچوں کے لئے چاکلیٹس بھیجتے تھے۔ اس عنایت کو یاد کرتے ہوئے میں اپنی خوش بختی پر ناز کرتا ہوں کہ میں نے تھوڑی سی خدمت کا موقع پایا اور مجھ ناچیز پر اس قدر شفقتیں اور عنایات آپ نے فرمائیں۔

1984ء کے قیام لندن کے دوران میں ڈیجیٹل فوٹو گرافی کے بارہ میں مطالعہ کا موقع ملا۔ میں میگزین خرید کر پڑھا کرتا تھا۔ ایک میگزین میں ڈیجیٹل فوٹو گرافی میں جو نئی چیزیں سامنے آئیں اور فوٹو گرافی میں ان کا استعمال شروع ہوا کہ کس طرح آپ فوٹوز کو ایڈٹ کر کے بالکل ایک نئی فوٹو بنا سکتے ہیں۔ اس بارے میں تفصیل بیان کی گئی تھی۔ فوٹو گرافی میں ایڈیٹنگ جس کو اب فوٹو شاپ کہا جاتا ہے اس کے ذریعہ بعض تصاویر جو بنائی گئی تھیں وہ بھی میگزین کا حصہ تھیں۔ چنانچہ ایک ملاقات میں حضورؒ کے ساتھ ڈیجیٹل فوٹو گرافی کے حوالہ سے تفصیلی گفتگو ہوئی اور میں نے حضورؒ کو وہ میگزین اور تصاویر بھی دکھائیں۔ حضورؒ نے ان معلومات اور جدید ٹیکنالوجی پر جہاں خوشی کا اظہار کیا کہ اتنی ترقی ہو رہی ہے وہاں آپ نے فرمایا کہ یہ ایڈیٹنگ ٹیکنالوجی (فوٹو شاپ) بہت خطرناک بھی ہے اور اس کے بھیانک نتائج بھی نکل سکتے ہیں۔ چنانچہ فوٹو شاپ آج دنیا میں کئی فسادات برپا کرنے کا بھی باعث بن رہی ہے اور آئے دن اس ٹیکنالوجی کے غلط استعمال کے ذریعہ سکینڈل بنا کر میڈیا پر دکھائے جاتے ہیں۔

میری چونکہ حضرت صاحب کے ساتھ 1984ء میں قیام لندن کے دوران بہت ملاقاتیں ہوئیں اور بعض لمبی لمبی ملاقاتیں بھی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک ملاقات کا دورانیہ ایک گھنٹہ اٹھاون منٹ تھا۔ یہ نماز ظہر سے پہلے ملاقات ہوئی تھی میں جب ملاقات کر کے باہر نکلا تو مرحوم محمد عیسیٰ صاحب مربی سلسلہ جو وہاں پی ایس آفس میں تھے وہ محبت سے کہنے لگے کہ تم نے تو آج لوٹ لیا۔ یعنی حضرت صاحب کی شفقتیں اور محبتیں لوٹ لیں۔ اور ساتھ کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ اتنی لمبی ملاقات کبھی حضرت صاحب نے ڈاکٹر عبد السلام صاحب سے بھی کی ہو۔ یہ ملاقات بھی میرے لئے باعث افتخار تھی کہ حضرت صاحب کے ساتھ اس قدر وقت محبتیں اور شفقتیں سمیٹنے میں گزرا۔

1985ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کا ماحول بہت جذباتی تھا۔ مجھے بھی اس میں نہ صرف شرکت بلکہ فوٹو گرافی کا اعزاز بھی ملا۔ خاص طور پر حضورؒ کے ساتھ جو مختلف گروپ فوٹوز مربیان و دیگر وفود کے ہوئے۔ ان سب کی فوٹو گرافی میں نے کی۔ اس سے میرا تعارف مختلف بزرگان، مربیان اور احباب جماعت سے ہو گیا اور ان کے مجھے خطوط اور ٹیلی فونز بھی آتے رہے۔ یہ میرے لئے ایک اضافی برکت تھی جو حضرت صاحب کی فوٹو گرافی کرنے کے نتیجہ میں مجھے حاصل ہوئی۔

1985ء کے جلسہ سالانہ کے بعد جب احباب حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے نام لکھوا رہے تھے تو میں نے بھی نام لکھوا دیا۔ اور پھر میں اپنے عزیزوں سے ملنے لندن سے 200 میل دور چلا گیا۔ واپس آکر میں نے پچاس کے قریب تصاویر حضرت صاحب کے لئے پرنٹ کروائی تھیں وہ میں ابا جان (چوہدری سلطان احمد طاہر صاحب) کو دے آیا کہ آپ رقعہ لکھ کر حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ مجھے ملاقات حضور انور کے بارہ میں اطلاع نہیں ہو سکی تھی اس لئے میں تصاویر والد محترم کو دیکر پاکستان واپس آ گیا۔ ابا جان نے رقعہ کے ساتھ حضرت صاحب کو تصاویر پیش کر دیں۔ حضرت صاحب کی شفقت دیکھیں تصاویر کا شکریہ ادا فرمایا اور ساتھ فرمایا کہ عزیزم سلیمان طاہر کو ملاقات کا وقت تو دے دیا تھا لیکن غالباً انہیں اس کی بروقت اطلاع نہیں مل سکی۔ اس لئے ملاقات کے بغیر ان کی واپسی ہوئی ہے۔ تو حضرت صاحب کو یہ احساس تھا کہ ملاقات کا وقت تو میں نے دے دیا تھا لیکن غالباً اطلاع نہیں ہو سکی۔

1991ء میں صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے لئے میں اپنی فیملی کے ہمراہ 25 دسمبر 1991ء کو رات دیر سے قادیان پہنچا۔ حضورؒ سے میرا پہلا سامنا 26 دسمبر کی فجر کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ میں ہوا تھا۔ میں اپنا کیمرہ گلے میں لٹکائے شدید سرد موسم میں چترالی ٹوپی اور جیکٹ پہنے مسجد میں جلد ہی پہنچ گیا۔ اور محراب کے سامنے والے پلر کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا حضرت صاحب تشریف لائے اور سیدھے محراب میں گئے اور نماز پڑھائی۔ آتے ہوئے حضورؒ کی نگاہ میری طرف نہیں پڑی تھی۔ نماز ختم ہوئی تو میں پلر کے پاس ہی کھڑا تھا حضورؒ جب رخ موڑ کر لوگوں کی طرف بیٹھے اور احباب پر نظر دوڑائی تو نگاہ کرم اس ناچیز پر بھی پڑی۔ مسجد اقصیٰ، تاریخی جلسہ سالانہ کا پہلا دن ہے لوگوں کا ہجوم ہے حضرت صاحب نے میری طرف دیکھتے ہی فرمایا ''سلیمان کب آئے'' یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ میں نے بتایا کہ حضور ویزا لیٹ آیا تھا اور پھر ہم کل رات تاخیر سے قادیان پہنچے ہیں۔ میرے گلے میں لٹکے ہوئے کیمرے کی طرف دیکھ کر حضورؒ نے فرمایا کہ یہ کونسا کیمرہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہ Nikon کا F-4S ہے اور یہ بہت اچھا کیمرہ ہے۔ پھر حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ نے جو مجھے کیمرہ کے بارہ میں لکھا تھا وہ میں نے لے لیا تھا۔ اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو جذباتی ہو جاتا ہوں کہ ایسے تاریخی موقع پر نماز کے فوراً بعد آپ کی نگاہ کرم اس غلام پر پڑی اور آقا کی اس قدر ذرہ نوازی کہ میرے بارہ میں پوچھا اور پھر تفصیل بھی پوچھی۔ میرے سے گفتگو کے بعد کئی احباب نے حضورؒ سے شرف مصافحہ بھی حاصل کیا اور حضورؒ کو اس وقت ملنے والوں میں فیصل آباد کا ایک معذور نوجوان بھی تھا جو غالباً پولیو کی وجہ سے بے ساکھی کے سہارے چل کر حضورؒ سے ملا۔ حضورؒ اس کو بڑی محبت سے ملے اور مجھے فرمایا کہ اس کی تصویر کھینچیں۔ میں نے عرض کی کہ کھینچ لی ہے فرمایا اور کھینچیں۔ تو یہ حضورؒ کی بے نظیر شفقت دیکھی اس معذور نوجوان کے لئے جو مشکلات میں حضورؒ کو پاکستان سے ملنے آیا اور پھر اس نے حضرت صاحب کی محبتوں کا مشاہدہ بھی کیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں اس شفقت کے اظہار کے لئے جو حضورؒ نے اس نوجوان کے ساتھ فرمائی اور اس کی اتنی دل جوئی فرمائی کہ اور تصاویر کھینچنے کا ارشاد فرمایا۔

1992ء میں آخری بار انگلستان گیا اور حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی جس میں آپ کی خدمت میں میں نے جلسہ سالانہ قادیان 1991ء کی تصاویر بھی پیش کیں۔ یہ حضورؒ سے میری آخری ملاقات تھی اور اسی ملاقات میں حضورؒ سے قادیان جلسہ کے دوران دعا کرتے ہوئے کی ایک تصویر (جس میں آپ کا اللہ کے حضور تضرع نمایاں نظر آرہا تھا) کی اجازت مانگی کہ لوگ یہ تصویر مجھ سے مانگتے ہیں کیا اس تصویر کو پرنٹ کر کے انہیں دے سکتا ہوں حضورؒ نے ازراہ شفقت اجازت مرحمت فرمائی۔

میں سمجھتا ہوں کہ مجھے بہت معمولی خدمت کا موقع ملا ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل حضرت صاحب کی بے انتہا شفقت، محبت اور ذرہ نوازی سے حصہ پایا جو کہ میرے لئے سرمایہ زیست ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آن دامن خلافت سے وابستہ رکھے اور ہمیشہ ہمیں برکات خلافت سے مستفیض فرماتا رہے۔ آمین۔

15 ستمبر 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:51	18:23
مدینہ منورہ	04:49	18:25
قادیان	04:50	18:34
ربوہ	04:30	18:14
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:09	19:17